مولانا عرفان الحق حقانی
مدرس جامعہ دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک

حیات وخدمات
شیخ الحدیث مولانا ڈاکٹر سید شیر علی شاہؒ

عالم اسلام کے عظیم مفکر، جامعہ دارالعلوم حقانیہ کے شیخ الحدیث، جہاد اور مجاہدین افغانستان کے زبردست حامی و سربراہ، عبقری، علمی و دینی شخصیت، اکابرین واسلاف کا چلتا پھرتا نمونہ، تواضع وانکساری کے پیکر، باطل کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر ہر حال میں حق کہنے والا، روحانی رہنما، حضرت مولانا ڈاکٹر سید شیر علی شاہ طویل علالت کے بعد گزشتہ روز بروز جمعہ ۳۰ اکتوبر ۲۰۱۵ء کو بوقت سہ پہر سوا تین بجے پشاور کے رحمان میڈیکل انسٹیٹیوٹ میں انتقال فرما گئے انا اللہ وانا الیہ راجعون۔

لاکھوں افراد پر مشتمل تاریخی جنازہ

آپ کا نماز جنازہ بروز ہفتہ ساڑھے گیارہ بجے دارالعلوم حقانیہ کے قریب اکوڑہ خٹک کے ایک وسیع و عریض میدان میں ادا کیا گیا۔ جس میں چار پانچ کلومیٹر کے رقبہ میں انسانوں کا ٹھاٹھیں مارتا ہوا سمندر نظر آرہا تھا۔ دارالعلوم کے مہتمم مولانا سمیع الحق مدظلہ اور اساتذہ کے مشورہ پر نماز جنازہ آپ کے فرزند اکبر مولانا امجد علی شاہ نے پڑھائی۔ اس سے قبل علماء وطلباء کو آخری دیدار کروانے کیلئے (صبح آٹھ بجے سے گیارہ بجے تک) ان کا جسدِ مبارک دارالعلوم حقانیہ کے قدیم دارالحدیث میں رکھا گیا۔

دارالعلوم کی جامع مسجد اور جنازگاہ میں ملک بھر سے آئے ہوئے علماء ومشائخ نے تعزیتی تقاریر کیں۔ جن میں بقیۃ السلف شیخ الحدیث مولانا مطلع الانوار فاضل دیوبند، حضرت مولانا سمیع الحق، حضرت مولانا مفتی حمید اللہ جان مروت، حضرت مولانا عبدالقیوم حقانی، مولانا محمد ایوب ڈسکوی، معروف اینکر وصحافی جناب حامد میر، پیرزادہ ضیاء الدین کراچی، حضرت مولانا انوار الحق، شیخ الحدیث مولانا محمد ادریس، مولانا قاری سید چراغ الدین شاہ، مولانا قاری روح اللہ مدنی، مولانا محمد نثار، پروفیسر ڈاکٹر عاکف سعید (تنظیم اسلامی)، مولانا حامد الحق حقانی، پیر ذوالفقار باچا، مولانا عبدالمالک جماعت اسلامی، مولانا لقمان الحق اور احقر (عرفان الحق حقانی) شامل تھے، جنہوں نے مرحوم کی علمی عظمت اور وسیع خدمات پر روشنی ڈالی۔

آپ کی تدفین آپ کے والد بزرگوار کے پہلو میں اپنی رہائشگاہ کے قریب (مخصوص قبرستان میں) کی گئی۔

منامی مبشرات

جس دن آپکا انتقال ہوا اس رات ضلع خوشاب کے ایک گاؤں کھوڑہ میں خضر نامی دیہاتی شخص نے خواب دیکھا کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اکوڑہ خٹک تشریف لے جارہے ہیں اس شخص کے پوچھنے پر کہ وہاں کیوں تشریف لے جا رہے ہیں فرمایا گیا کہ ایک عالم دین کا انتقال ہوا ہے، یہ دیہاتی شخص اگلی صبح اکوڑہ خٹک پہنچا تو پتہ چلا کہ مولانا شیر علی شاہ فوت ہوئے ہیں یاد رہے کہ اس دیہاتی شخص کا شیخ صاحب کے ساتھ کسی قسم کی جان پہچان نہ تھی واپس جا کر اس نے یہ خواب اور واقعہ دارالعلوم کے ایک قدیم معاون ملک ضیاء الدین مرحوم کے فرزند جناب ریاض الدین صاحب کو سنایا۔ ملک صاحب موصوف کا کہنا ہے کہ انکے ایک بھانجے مطیع الرحمان جو کہ لاہور میں مقیم ہیں نے بھی اسی قسم کا خواب دیکھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ایک عالم دین کے انتقال پر اکوڑہ خٹک تشریف لے جارہے ہیں۔

تربت قبر سے خوشبو پھوٹنے کی کرامت

پس از مرگ قبر کی مٹی سے خوشبوں کا پھوٹنا تاریخ میں چند شخصیات کی خصوصی کرامت بعد الوفات ہے جسمیں مولانا شیر علی شاہ بھی شامل ہوگئے، تدفین کے بعد پہلی رات گئے جب میں پشاور میں تھا تو ایک ساتھی نے موبائیل پر قبر سے خوشبو پھیلنے کی اطلاع دی۔ رات ساڑھے گیارہ بجے میں انکے مدفن پر حاضر ہوا تو یہ خوشبو پوری فضا پر چھائی ہوئی تھی بعض ساتھی مٹی اور قبر کی تختیوں پر ہاتھ پھیر رہے تھے میں نے انہیں عرض کیا کہ پوری فضا مہک رہی ہے کرامات الاولیاء حق کی بناء پر ہمیں اسمیں کسی قسم کا شک نہیں۔ جس نے پوری زندگی قال اللہ اور قال الرسول صلی اللہ علیہ وسلم کی مہک سے فضاؤں کو معطر کیا اسے یہ صلہ تو ملنا ہی تھا۔ میں نے اس وقت قبر کے قریب موجود حاضرین کے سامنے شیخ سعدی مرحوم کے مندرجہ ذیل اشعار بآواز بلند سنائے:

گلے خوشبوئے درحمام روزے رسید از دست محبوبے بدستم
بدو گفتم کہ مشکی یا عبیری کہ از بوئے دلآویز تو مستم
بگفتا من گلے ناچیز بودم ولیکن مدتے باگل نشستم
کمال ہم نشین در من اثر کرد وگر نہ من ہمان خاکم کہ ہستم

وفات سے قبل سخت علیل ہونے کے باوجود ہسپتال کے قریب جامع مسجد میں نماز جمعہ ادا کی، اس موقع پر

ڈاکٹروں نے منع بھی فرمایا لیکن وہ باوجود ضعف ونقاہت کے دنیا میں مومن کی معراج پانے کیلئے مسجد پہنچ گئے۔ آپ کئی سالوں سے دل کے عارضہ میں مبتلا تھے، لیکن اس کے باوجود دارالعلوم حقانیہ میں تدریسی زندگی سے جڑ کر اشاعت حدیث میں مسلسل مگن رہے۔

جہاد سے والہانہ تعلق

آپ کی پوری زندگی ایک کھلی کتاب کی مانند تھی ،احقر کو ان سے شرف تلمذ حاصل رہا اور پھر دارالعلوم میں تدریسی زندگی کے دوران ان کے قرب وشفقت کے بے شمار مواقع سفر وحضر میں میسر رہے، اس دوران اُن سے سنی ہوئی باتیں موقع بہ موقع قلمبند کرتا رہا، آپ کی کوئی مجلس ایسی نہیں تھی جس میں جہاد کا ذکر خیر نہ ہوا ہو۔ جہاد اُن کا اوڑھنا بچھونا رہا، افغانستان میں روس کے خلاف جہاد میں عملی شرکت بھی فرمائی۔ طالبان دور میں ان کے بھرپور معاون ،موید اور ترجمان بن کر عرب ممالک کے مختلف دورہ کئے ۔ وہ ہمیشہ شہادت کی تمنا کرتے رہے۔ امیر المومنین ملامحمد عمر مجاہد کی درخواست پر دو دفعہ رمضان المبارک میں قندہار اور کابل میں دورہ تفسیر پڑھایا جس میں ملا محمد عمر اور ہزاروں علماء شرکت کرتے رہے۔

تبلیغی جماعت سے عقیدت اور عورتوں کا اس میں نکلنے کے بارے میں موقف

ایک دفعہ تبلیغی جماعت کا تذکرہ ہوا تو فرمایا کہ لاہور میں جب میں حضرت لاہوریؒ کے ہاں دورہ تفسیر پڑھ رہا تھا تو عید کی چھٹیوں میں ہم نے حضرت لاہوری سے رائیونڈ جانے کی اجازت چاہی تو آپ نے اجازت دیتے ہوئے فرمایا کہ حضرت میاں جی کو میرا سلام بھی پہنچادیں ،مرکز سے ہماری تشکیل قصور کے لئے ہوئی، وہاں ایک مخالف مسلک کی مسجد میں عید کی رات جانا ہوا۔ جنہوں نے ہمیں وہاں سے نکال دیا، پھر ہم دوسری مسجد کی تلاش میں نکلے، کافی تلاش کے بعد رات گئے دوسری مسجد میں پہنچے، اس افراتفری میں کھانے کا انتظام بھی نہ کر سکے اور ہم اس رات بھوکے سو گئے۔ عورتوں کی تبلیغ کا مسئلہ میں نے چھیڑتے ہوئے کہا کہ جماعت میں ان کا نکلنا کیسا ہے؟ تو فرمایا بالکل صحیح ہے۔ اپنے محرم کے ساتھ نکلنا جائز ہے، اگرچہ بعض لوگ عدم جواز کے قائل ہیں لیکن صحیح بات یہی ہے کہ اس کے ذریعے لوگوں میں دین کا شعور پیدا ہوتا ہے، جب ایک عورت سدھر جائے تو اس سے پورے خاندان کی اصلاح ہوتی ہے۔

میں نے ایک موقع پر دارالعلوم کے اساتذہ کرام کے سوانحی احوال جمع کرنے کا عرض کیا تو میرے اس ارادے کی تحسین کرتے ہوئے فرمایا کہ دارالعلوم کے ابتدائی دور کے اساتذہ مولانا عبدالغفورؒ (فاضل امینیہ)، مولانا محمد شفیقؒ ،مولانا اسرار الحق (فاضل دیوبند) اور قاضی حبیب الرحمٰنؒ کے احوال بھی جمع کرکے شامل کرو۔ اس مناسبت

سے انہیں سوالنامہ دیتے ہوئے عرض کیا کہ اِس کی روشنی میں اپنے احوال سے نواز دیں۔ اندرون و بیرون ملک مختلف اسفار میں انہوں نے اپنے سوانحی احوال سنائے جسے قلمبند کیا گیا جو پیش خدمت ہیں:

خاندانی پس منظر اور اجداد کا عظیم علمی مقام

آپ کے اجدادِ کرام شاہان مغلیہ کے دور میں بخارا سے باجوڑ اور پھر باجوڑ سے ہشتنگر آئے۔ اجداد میں سے حضرت مولانا میر ویس شاہ مرحوم بہت بڑے فقیہہ گزرے ہیں۔ کنز اول واخیر کے حافظ تھے، اعلاء کلمۃ اللہ اور احیائے سنت میں مصروف رہتے تھے، سکھوں کی جابرانہ حکومت میں مظلوم مسلمانوں کی امداد اور جاسوسی کے الزام میں آپ کے گھر پر حملہ کر کے نذرِ آتش کیا گیا اور آپ کو شہر بدری کی سزا دی۔ آپؒ کے کتب خانہ کی بعض نیم سوختہ کتابیں اب بھی آپ کے نواسوں کے پاس موجود ہیں جو آپ کی مجاہدانہ کاروائیوں پر ظالمانہ سلوک کا پتہ دیتی ہیں۔ آپ نے جلاوطنی کے دوران بونیر میں قیام فرمایا، اسی دوران حضرت شاہ اسماعیل شہیدؒ کے رفقاء جہاد اکوڑہ پہنچے تو آپ بھی میدانِ کارزار میں مجاہدین کرام کی صف میں شامل ہو کر بڑی بے جگری سے لڑے۔ مولانا میر ویس شاہ کے بیٹوں میں مولانا عنبر شاہ صاحب بہت بڑے عالم ہوئے اور عرصہ دراز تک صاحب اسوٹاؒ (صاحب اسوٹا، تحصیل صوابی ضلع مردان کے ایک بہت بڑے بزرگ تھے جو صاحب سوات کے خلیفہ مجاز تھے) کے حکم پر فرائض قضاء وافتاء سرانجام دیتے رہے۔ مولانا موصوف نحو، اصولِ فقہ اور علم میراث میں بہت ماہر تھے خصوصا شرح جامی اور سراجی میں ان کا درس دور دور تک مشہور تھا ان دونوں کتابوں پر ان کے قلمی حواشی موجود ہیں۔ ان صحیح العقیدہ اکابر کی بدولت اس خاندان کے جملہ افراد قدرتی طور پر اکابرین دیوبند کے ہم مسلک وہم عقیدہ ہیں۔

پیدائش اور شیخ الحدیث مولانا عبدالحقؒ سے خاندانی تعلق

آپ ۱۱ شعبان ۱۳۴۹ھ ۱۹۳۰ء میں مولانا قدرت شاہ کے ہاں اکوڑہ خٹک میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد حضرت شیخ مولانا عبدالحق کے والد مولانا معروف گل کے دست راست اور خود مولانا عبدالحق کے خادم و رفیق خاص تھے۔

ابتدائی تعلیم واساتذہ کرام

فقہ اور فارسی نظم کی کتابیں اپنے والد صاحب سے پڑھیں، نظمِ فارسی کی چند کتابوں میں حضرت مولانا عبدالرحیم صاحب المعروف بہ ''قصا بانو حاجی صاحب'' سے بھی استفادہ کیا یہ بزرگ فارسی، عربی اور ترکی تینوں زبانوں کے ماہر تھے اور کئی سال تک بغداد شریف میں حضرت الشیخ گیلانی کے نواسوں کو ابتدائی کتابیں پڑھا چکے

تھے۔ شیخ الجامعۃ الاسلامیہ اکوڑہ خٹک پیر کرم شاہ المعروف باچا گل صاحب سے کافیہ مع ترکیب، بدیع المیز ان اور میبذی کے کچھ اسباق پڑھے اور دوبارہ کافیہ اور تحریر سنبٹ ومیبذی حضرت شیخ الحدیث مولانا عبدالحقؒ سے اس وقت پڑھیں جب حضرت شعبان ۱۳۶۶ھ میں دیو بند سے تعطیلات گزارنے اپنے گھر آئے تھے۔آپ اکثر یہ قصہ بیان فرماتے تھے کہ جب تقسیم ہند کا فیصلہ ہو چکا اور ہندوؤں نے یہاں سے نقل مکانی شروع کی تو مسلمانوں نے اُن کے اموال کولوٹنا شروع کیا۔اس دوران میں آپ کی بیٹھک (مہمان خانہ) میں شیخ الحدیث مولانا عبدالحقؒ سے کافیہ پڑھ رہا تھا، اس موقع پر شیخ الحدیثؒ بڑے مغموم انداز میں انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھ رہے تھے۔اور میں دل میں چھٹی کے بارے میں سوچ رہا تھا کہ کب فراغت ہوگی کہ جا کر میں بھی مالِ غنیمتمیں حصہ دار بنوں۔

تقسیم ہند کے بعد جب بعض طلبہ ان (شیخ الحدیث مولانا عبدالحقؒ) سے پڑھنے کے لیے اکوڑہ خٹک آئے اور دارالعلوم حقانیہ معرض وجود میں آیا تو پھر باقاعدہ تمام کتابیں دارالعلوم حقانیہ ہی میں مختلف اساتذہ سے پڑھیں۔گویا آپ دارالعلوم حقانیہ کے ابتدائی طالب علموں میں سے ہیں۔حضرت مولانا عبدالغفور صاحب سواتی مرحوم صدرالمدرسین اور حضرت مولانا عبدالحلیم صاحب زروبی و دیگر اساتذہ سے مختلف علوم وفنون کی کتابیں پڑھیں۔

دارالعلوم حقانیہ میں تلمذ اور فراغت

۱۳۷۳ھ میں حضرت مولانا عبدالحق صاحب رحمہ اللہ سے دورۂ حدیث پڑھا، دورۂ حدیث کے امتحان میں اول پوزیشن حاصل کی فراغت کے بعد تقریبا تین ماہ آپ نے جامعہ اشرفیہ لاہور کے اساتذہ حضرت مولانا مفتی محمد حسن صاحبؒ بانی ومہتمم اور حضرت مولانا محمد ادریس صاحب کاندھلوی رحمہ اللہ سے استفادہ کیا۔

دارالعلوم حقانیہ میں درس وتدریس

فراغت کے بعد شیخ الحدیث مولانا عبدالحقؒ کے نام ایک درخواست لکھی جس میں مادر علمی میں تدریس کی خواہش کا اظہار فرمایا۔ ۱۱رشوال ۱۳۷۳ھ بمطابق ۱۳/اپریل ۱۹۵۴ء کو دارالعلوم حقانیہ میں ۳۰ روپیہ مشاہرہ کے ساتھ تقرر ہوا، اگلے سال خانگی ضروریات سے مجبور ہو کر سکول میں عربی ٹیچر متعین ہوئے لیکن حضرت شیخ الحدیث کی ترغیب اور کوششوں سے یہ ٹوٹا تعلق پھر ایک سال کے بعد جڑ گیا۔ ابتدائی کتابیں بار بار پڑھائیں، چند سالوں کے بعد مشکوٰۃ جلد ا، موطائین، نسائی شریف، ابن ماجہ شریف، شمائل ترمذی اور شرح نخبۃ الفکر زیر درس رہیں۔۱۹۷۳ء میں مدینہ منورہ تشریف لے گئے۔حقانیہ سے جاتے وقت ۲۴۶ روپیہ مشاہیرہ وصول کرتے تھے۔

تفسیر میں کسبِ فیض

ترجمہ وتفسیر آپ نے ۱۳۷۸ء میں مولانا سمیع الحق کی رفاقت ومعیت میں شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی

صاحب لاہوریؒ سے پڑھی پھر۱۳۸۲ھ میں استاذ العلماء حافظ الحدیث حضرت مولانا محمد عبداللہ درخواستی رحمہ اللہ سے استفادہ کیا اور سند حاصل کی۔شیخ التفسیر حضرت مولانا غلام اللہ خان رحمۃ اللہ اور حافظ الحدیث مولانا عبداللہ درخواستیؒ سے بھی تفسیر پڑھیں۔

دوران درس تفسیر مشہور مناظر اسلام شیخ لال حسین اختر رحمۃ اللہ سے رد قادیانیت وملاحدہ وعیسائیت کے اسباق بھی لیے اور بعد میں اس قسم کے مختلف مناظروں میں شرکت بھی کی جن میں کامیابی حاصل کی۔

ازدواج مسنونہ

۱۹۶۰ء میں ازدواج مسنونہ عمل میں آیا شادی سے قبل مہتمم دارالعلوم کے نام ۷۰۰ روپیہ قرضہ حسنہ کیلئے ۸ شوال ۱۳۷۹ھ کی درخواست ریکارڈ میں موجود ہے،۲۰۰۷ کو زوجہ اول کے انتقال کے بعد ۲۰۰۸ء میں دارالعلوم حقانیہ کے فاضل مولانا مرحم اللہ حقانی کی بیٹی سے دوسرا عقد ہوا،موصوفہ کے لئے آپ نے گھر کے قریب مسجد دلشاد (جو زوجہ اول کے نام سے موسوم ہے) سے ملحق بنات کا ایک مدرسہ بھی قائم فرمایا۔

اولاد

آپ کے دوفرزند ہیں (۱) مولانا قاری امجد علی شاہ فاضل جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ، (۲) مولانا حافظ ارشد علی شاہ، فاضل و مدرس جامعہ حقانیہ۔عمر کے آخری چند سالوں میں دارالعلوم حقانیہ کے فارغ التحصیل،آپ کے خاص تلمیذ مولانا ضیاء الرحمٰن صاحب نے (جو آپ کے داماد بھی ہیں) بھرپور خدمت انجام دی۔

اعزازی اسناد

آپ کو دارالعلوم حقانیہ اور شیخ الحدیث مولانا عبدالحق کے خصوصی سند کے علاوہ شیخ عبدالکریم کردیؒ صدر المدرسین مدرسہ قادریہ بغداد، شیخ محمود نذیر طرازی مدنی، مدرس مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم، استاد المحدثین مولانا عبدالرحمٰن کاملپوریؒ، علامہ سید سلیمان ندویؒ، شیخ بدر عالم میرٹھیؒ، شیخ حفظ الرحمٰن سیوھارویؒ، شیخ رسول خان ہزارویؒ، شیخ مفتی شفیعؒ، شیخ مفتی محمودؒ، شیخ محمد یوسف بنوریؒ، شیخ عزیر گلؒ، شیخ نافع گلؒ، امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ، شیخ الاسلام قاری محمد طیبؒ، شیخ محمد علی جالندھریؒ، شیخ الحدیث نصیر الدین غورغشتیؒ، شیخ غلام غوث ہزارویؒ، حضرت علامہ شمس الحق افغانیؒ کی بھی اعزازی سند واجازت حدیث حاصل رہا۔

قیدوبند

۷۰ء میں مارشل لاء حکومت کی مخالفت کی پاداش میں قیدوبند سے دوچار کیے گئے۔

حقانیہ سے جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ کے داخلے کیلئے ناموں کی تجویز

۱۳۹۳ھ میں جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ میں داخلہ لینے کے بعد عازم مدینہ ہوئے۔ اپنی یہ سرگزشت انہوں نے مجھے ایران کے ایک سفر کے دوران سنائی جو کچھ یوں ہے:

شیخ صاحب نے بات یوں شروع کی کہ میں معمولاً شیخ الحدیث مولانا عبدالحقؒ کے نام آئے ہوئے مکاتیب کے جوابات تحریر کرتا تھا۔ میرے اس سفر مدینہ طیبہ کا ذریعہ لاہور کے حکیم آفتاب احمد قرشی مرحوم بنے تھے' جو شفاء الملک حکیم محمد حسن قرشی کے فرزند تھے۔ اور مولانا سمیع الحق سے ان کا بڑا تعلق تھا۔ انہوں نے مولانا سمیع الحق کو پیشکش کی کہ آپ مجھے اپنے ادارے سے دو مستعد افراد کے نام دے دیں جنہیں جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ بھیجا جائے۔ میں ایک عرصہ سے مدینہ جانے اور وہاں کسی طرح اقامت کا درد دل میں لئے تھا۔ اس سے قبل میں خشکی اور بحری راہوں کی خاک چھانتے ہوئے اردن کے شہر عقبہ' ایلہ وغیرہ سے ہوتے ہوئے مدینہ منورہ کی زیارت کر چکا تھا۔ مگر وہاں داخلہ اور قیام کی کوششوں میں کامیاب نہ ہوسکا۔ مولانا سمیع الحق کو یہ آفر ہوئی تو ایک دن مولانا سمیع الحق نے مجھے بتایا کہ جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ والوں نے معلمین کے دوماہ شارٹ کورس کے لئے دو مدرسین کے نام حقانیہ سے طلب کئے ہیں۔ میں نے ان سے درخواست کی کہ میرا نام بھی اس میں بھیجا جائے۔ کچھ دنوں بعد رمضان ۱۹۷۳ء کی بات ہے کہ میں دفتر اہتمام آیا تو حضرت شیخ الحدیثؒ، ناظم صاحب مولانا سلطان محمودؒ کے ساتھ ڈاک ملاحظہ کرنے کیلئے تشریف فرما تھے۔ مجھے ایسا محسوس ہوا کہ حضرت نے جامعہ اسلامیہ سے آئے ہوئے خط کو ایک سائیڈ پر رکھا۔ مجھے اندازہ ہوا کہ حضرتؒ چاہتے ہیں کہ میری نظروں میں نہ آئے۔ حضرت ایک تو طویل تدریسی زندگی کے بعد اس عمر میں میری طالب علمی کو دیگر اہم خدمات کے مقابلے میں مناسب نہیں سمجھتے تھے اور دوسرا وہ نہیں چاہتے تھے کہ دارالعلوم حقانیہ کے کسی بھی کام میں خلاء آجائے۔ وہ فرماتے تھے کہ اللہ نے چاہا تو مدینہ منورہ حج اور زیارات کے مواقع ملتے رہیں گے۔ شاید مولانا سمیع الحق نے میری بات حضرت شیخ الحدیثؒ کو پہنچائی تھی میں حاضر ہوا تو مختلف مکاتیب کے جوابات تحریر کئے۔ در آخر میں نے خود حضرت سے عرض کیا کہ جی وہ جامعہ اسلامیہ والوں کو بھی کوئی جواب دینا ہوگا اس پر انہوں نے ناظم صاحب کو متوجہ کرتے ہوئے کہا کہ ہاں وہ خط نکالو وہ خط جب میں نے پڑھا تو معلوم ہوا کہ یہ خط ہمیں بیس دنوں میں لاہور سے جامعہ اسلامیہ کے مستشار ثقافی کے دفتر سے پہنچا۔ ان دنوں پنجاب میں سیلاب آئے تھے شاید اسی وجہ سے وہ خط لیٹ پہنچا۔ میں نے خط پڑھ کر عرض کیا کہ جی اس کے لئے تو میں اور مولانا انوار الحق صاحب موزوں رہیں گے۔ اس پر مولانا صاحب نے غصیلے لہجے میں کہا کہ ہاں تم تو ہر جگہ کے لئے تیار بیٹھے ہو۔ اور فرمایا ادھر مولانا مفتی فرید صاحب بھی حج کے لئے گئے ہیں اور تم بھی جاؤ تو طلباء کو چھٹی دے دو۔ میں نے ڈرتے ہوئے عرض کیا کہ جی دو مہینے ہی کی تو بات ہے، اس بہانے ہم دونوں حج اور عمرہ ادا کرلیں گے۔

مولانا صاحب کچھ توقف کے بعد مان گئے۔ اور کہا کہ خط کا جواب لکھو۔ میں نے حضرت سے کہا کہ جی یہ خط کافی لیٹ ہو چکا ہے۔ جواب کے بجائے فون پر بات کرنی چاہئے۔ مولانا صاحب نے اس بات کی توثیق کرتے ہوئے فرمایا کہ میری طرف سے فون ملا کر بات کرو۔ اس زمانے میں ڈائریکٹ ڈائلنگ کی سہولت نہ تھی۔ ایکسچینج کے توسط سے نمبر ملائے جاتے تھے۔ میں نے اکوڑہ ایکسچینج ملاتے ہوئے لائن مین امیر علی قریشی مرحوم سے کہا کہ لاہور کا یہ نمبر ملایئے تو اس نے ادھر سے جواب دیتے ہوئے کہا باچاجی آپ کو پتہ نہیں کہ سیلاب آئے ہیں لائنیں خراب ہیں۔ میں نے اسے کہا کہ قریشی صاحب مدینہ منورہ کا کام ہے اگر ہوگیا تو تمہارے لئے وہاں جاکر دعا کریں گے۔ اس پر لائن مین نے کہا کہ اچھا یہ بات ہے تو کراچی کے لائن سے آپ کو ملا دیتا ہوں۔ اس طرح ٹیلی فون مل گیا میں نے بجائے اردو کے عربی میں مدیرمکتب کے بارے میں کہا کہ ابغی الشیخ خالدالحمدان، تو وہاں متعلقہ شخص نے مدیرمکتب کو فون تھمایا۔ جب اسے پتہ چلا کہ جامعہ حقانیہ کا مدیر بول رہا ہے تو اس نے بڑی توجہ اور محبت کے ساتھ سلام اور دعا کی۔ پھر اس نے خود ہی کہا کہ ابھی تک آپ کی طرف سے دونام نہیں آئے۔ انہیں ٹیلی فون پر ہمارے نام دیئے گئے دفتر والوں نے کہا کہ ان کو کل یا پرسوں تک بمع اٹسٹڈ (Attested) اسناد کے لاہور بھیج دیں۔ ٹیلی فون پر بات کرنے کے بعد میں نے اپنے اور مولانا انوارالحق کے اسناد اٹھائے اور نوشہرہ میں اودھ کمشنر سے اٹیسٹ کروائے۔ واپس آکر مولانا انوارالحق سے کل لاہور جانے کا پروگرام طے کرنا چاہا تو اس نے بتایا کہ میں کل ہی تو لاہور سے آیا ہوں لہٰذا بہتر یہ ہے کہ آپ میرے اسناد بھی ساتھ لے جاکر جمع کروادیں، انہوں نے مجھے اپنا بریف کیس بھی دیا کہ اس میں اسناد رکھیئے اس طرح محفوظ رہیں گے۔ شیخ صاحب نے دوران گفتگو کہا کہ اس زمانے میں ہماری غربت کا یہ عالم تھا کہ میرے پاس بریف کیس تک نہ تھا۔ اگلے دن میں لاہور پہنچا وہاں دیگر مدارس سے آئے ہوئے مدرسین سے بھی ملاقات ہوئی۔ اسی دن مدیرمکتب شیخ خالد نے ہمارا انٹرویو اور امتحان لیا۔ میرا انٹرویو لینے کے بعد انہوں نے کہا کہ آپ کا سلیکشن تو ہوگیا آپ کا دوسرا ساتھی کدھر ہے اور کیوں نہیں آیا میں نے ان سے کہا کہ وہ مدرسہ کے کام مصروف تھے اس لئے نہ آسکے۔ اس پر انہوں نے پوچھا کہ اس کی عربی کیسی ہے تو میں نے جواب میں کہا کہ وہ مجھ سے زیادہ اچھا بولتا ہے۔ اب انہوں نے مطمئن ہوکر مولانا انوارالحق کی سلیکشن بھی کروادی۔ اور مجھے بتایا کہ آپ لوگ دوتین دن تک لاہور ہی میں رہیں اس دوران آپ لوگوں کے جانے کے انتظامات ویزہ اور ٹکٹوں وغیرہ کا بندوبست ہوجائے گا آپ کو یہی سے کراچی بھیجا جائے گا۔

اس پر میں نے مدیرمکتب سے کہا کہ میں نے تفسیر شروع کررکھی ہے جتنے دنوں تک ہمارے جانے کا پروگرام تشکیل پاتا ہے اتنے دن تک میں تفسیر پڑھالوں گا۔ اس دوران ہمارے مدرسے کا نمائندہ روزانہ آپ کے دفتر سے رابطہ میں رہے گا۔ سوانہوں نے اجازت دی ۔ بعد میں میں نے اپنے کسی شاگردی کی ڈیوٹی لگائی، جو ان

دنوں وہیں تھا کہلوایا کہ اس دفتر سے رابطہ میں رہیں۔ میں نے واپس آکر دو تین نئے جوڑے سلوائے۔ مولانا انوار الحق کو بھی میں نے تیاری کرنے کا کہا۔ کچھ دنوں کے بعد ہمارا شیڈول اس طرح مرتب ہوا کہ براستہ کراچی سعودی ائیرلائن سے ہمیں جانا ہے۔ مولانا انوارالحق کو شیڈول سے آگاہی دی، تو انہوں نے بعض ذاتی گھریلو اور مدرسے کی ذمہ داریوں کی بنیاد پر نہ جانے کا فیصلہ کیا۔ میں پروگرام کے مطابق لاہور دفتر پہنچا تو انہوں نے مجھ سے دوسرے ساتھی کے بارے میں پوچھا میں نے ان سے بہانہ کیا کہ وہ بیمار ہے اس پر انہوں نے کہا کہ وہ تو ہمارا طالب علم ہے ان کو لاؤ تاکہ اس کا علاج کروائے۔ آخر میں نے انہیں کھل کر واضح طور پر بتایا کہ وہ نہیں جاسکتے۔ اب انہوں نے متبادل مانگامیں نے دارالعلوم حقانیہ کے فاضل مولانا عبدالقہار کا نام پیش کیا جوانہوں نے قبول کیا تاہم اس کے پاس پاسپورٹ نہ تھااوروہ مقررہ مدت کے اندر پاسپورٹ نہ پیش کرسکا۔ ہمارے ایک دوسرے ساتھی سید اصغرعلی شاہ صاحب نے بھی مجھ سے کافی اصرار کیا کہ میرا نام متبادل طور پر دیا جائے لیکن میں نے انہیں سمجھایا کہ متبادل کے لئے حقانیہ کا فارغ التحصیل اور حاملِ سند ہونا شرط ہے۔ بہرصورت اسطرح دوسری سیٹ ضائع ہوگئی۔

مدینہ منورہ کی روانگی

مجھے رمضان کے آخری عشرے میں کراچی بھیجا گیا جہاں دو تین دن میں مولانا عبداللہ کا کاخیل مرحوم کے ساتھ مقیم رہا۔ عید کے ایام قریب تھے‘ مجھے اس نے عید پاکستان میں گزارنے کا مشورہ دیا لیکن میں نے اسے کہا کہ جیسے بھی ہو میں پاکستان سے نکل کر مدینہ منورہ پہنچنا چاہتا ہوں۔ میرا شوق اور جذبہ بڑے عروج پر تھا اس لئے کہ اس سے قبل میں بری راستے سے حرمین شریف بڑے مصائب اور تکالیف کاٹ کر پہنچا تھا۔ کراچی میں سعودی ائیرلائن والوں نے مجھے براستہ ریاض ٹکٹ دیا۔ ریاض سے آگے جدہ مجھے دو دن بعد جانا تھا۔ تاہم کراچی سے جب میں جہاز میں سوار ہوا تو میرے ساتھ والی سیٹ پر ایک عرب بیٹھا۔ جس نے میرے ساتھ گفتگو کی اور میرے سفر کی نوعیت کے بارے میں پوچھا۔ میں نے اسے اپنے جانے کا مقصد بیان کیا تو وہ بڑا خوش ہوا۔ پھراس نے مجھ سے پوچھا کہ کراچی میں اس نے ایک مولوی صاحب کے پیچھے نماز پڑھی۔ وہ بڑا زبردست مقرر تھا۔ میں نے اسے بتایا کہ وہ مولانا احتشام الحق تھانویؒ تھے۔ اس نے اپنا تعارف کرواتے ہوئے کہا کہ وہ وزارت پٹرولیم میں آفیسر ہے۔ میں نے اس سے درخواست کی کہ میرا ٹکٹ ریاض کا ہے۔ ریاض سے قبل جہاز دمام میں اترے گا۔ آپ اگر میرا ٹکٹ ریاض کے بجائے جدہ کردیں تو نہایت مشکور رہوں گا۔ اس نے کہا کہ یہ کونسی مشکل بات ہے۔ دمام ائیرپورٹ پر اتر کر اس نے مجھے اپنے ساتھ چلنے کا کہا اس کے استقبال کے لئے کافی افسران اور خدام آئے تھے۔ وہ مجھے سعودی ائیرلائن کے دفتر لے گئے۔ جہاں معلوم ہوا کہ دمام سے جدہ کیلئے دو گھنٹے کے بعد فلائٹ ہے۔ اس نے اپنے اثر رسوخ سے میری فلائٹ بجائے ریاض کے جدہ کردی۔ میں نے دمام کے ایئرپورٹ کی مسجد میں غسل کر کے احرام پہنا‘ اور دو رکعت نماز پڑھ

کر عمرہ کی نیت کی۔ اور ذکر واذکار میں مصروف رہا' اذان فجر کے وقت جدہ پہنچا اس وقت جدہ کا پرانا ایئرپورٹ جدہ کے قریب تھا۔ ایئرپورٹ کے متعلقہ امور سے فارغ ہو کر باہر نکلا تو لوگ فجر کی نماز ادا کر چکے تھے۔ میں نے بھی ایک جگہ جائے نماز بچھا کر نماز پڑھی۔ پھر مکہ معظّمہ پہنچ کر مناسک عمرہ ادا کیئے اور عازم مدینہ ہوا۔ زیارت سے فراغت پر جامعہ پہنچا۔

جامعہ اسلامیہ کے کلیۃ الشریعۃ میں داخلہ

مَیں پاکستان سے جانے والے ساتھیوں میں سے جامعہ اسلامیہ پہنچنے والا پہلا فرد تھا ۔ وہاں پہنچ کر انہوں نے مجھے کہا کہ تمہاری عمر مقرر کردہ حد سے متجاوز ہے۔ اور میرے کاغذات پر لکھا سنه قدتجاوز من السن المحدود للالتحاق اس پر میں نے رئیس الجامعہ معالی الشیخ عبدالعزیز بن باز سے رابطہ کیا تو اس نے میری درخواست پر لکھا یسامح بأمثال هؤلاء اس کے بعد جب میں مدیر داخلہ کے پاس گیا تو اس نے مجھے لغت عربی میں داخل کرانا چاہا۔ میں نے اس کے ساتھ اس بات پر تکرار کیا کہ ہم تو الحمدللہ عربی پر اتنا عبور رکھتے ہیں کہ اپنے بلاد میں طلباء کو پڑھاتے ہیں۔ اس دوران ہماری یہ باتیں وہاں قریب بیٹھے جامعہ اسلامیہ کے استاد شیخ مجذوب جو شام کا رہنا والا عالم اور شاعر تھا سن رہا تھا۔ اس نے ہمارے بیچ آ کر مدیر کو سمجھایا کہ یہ طالب علم صحیح کہہ رہا ہے' اس کی باتوں سے تمہیں عربی میں اس کی مہارت معلوم نہیں ہو رہی ؟ اس طرح مجھے کلیۃ الشریعہ میں داخلہ مل گیا۔ اور بعد میں میری وجہ سے دیگر پاکستان سے آنے والے آٹھ افراد کو بھی کلیۃ الشریعہ میں داخلہ دلوایا گیا۔ ہمارے ساتھیوں میں صرف ایک طالب علم مولوی بشیر صاحب جو آج کل اسلام آباد سے ''نداء الاسلام'' نامی رسالہ نکالتا ہے نے کلیه الدعوة واصول الدين میں داخلہ لیا۔ اس زمانہ میں جامعہ اسلامیہ میں کلیۃ شرعیۃ اور کلیہ الدعوہ واصول الدین ہوتے تھے۔ اس کے علاوہ دیگر کلیات نہ تھے۔ کلیۃ الشریعہ میں چار برس تک پڑھنے کے بعد اس کی تکمیل ۔ تو پھر کہیں جامعہ والوں نے ہمیں واپس بھیجنا چاہا۔

ماجستیر (ایم۔فل) میں داخلہ

اس دوران جامعہ میں ماجستیر شروع ہوا ۔ اس کے داخلے کے لئے نوٹس بورڈ پر شیڈول جاری ہوا۔ اس زمانے میں مولانا مصطفیٰ حسن صاحبؒ جو دارالعلوم حقانیہ کے اساتذہ میں سے تھے وہ بھی وہیں پڑھتے تھے۔ میں نے انہیں کہا کہ کیوں نہ ہم بھی ماجستیر میں داخلے کیلئے اپنے نام بھیجیں۔ لیکن اس نے میری بات کو رَد کرتے ہوئے کہا کہ ماجستیر میں صرف سعودیوں کو داخلہ دیا جاتا ہے ۔ میں نے کہا کہ درخواست دینے میں کیا حرج ہے۔ لیکن باوجود اس کے وہ نہ مانا۔ میں نے اپنی طرف سے درخواست لکھ کر جمع کی ۔ ایک ہفتے بعد اعلان ہوا کہ ماجستیر میں داخلے کے لئے

شفوی امتحان فلاں تاریخ کو ہوگا۔ مقررہ دن پر میرا امتحان بھی لیا گیا میرے ممتحن نے مجھ سے پوچھا کہ آپ نے تفسیر میں کیا پڑھا ہے؟ اس کا مطلب جامعہ کے کلیۃ الشریعہ میں پڑھنے کے اعتبار سے تھا میں اس کا مطلب نہ سمجھ سکا۔ میں نے اسے جواباً کہا تفسیر جلالین اور تفسیر بیضاوی ہے۔ وہ اس جواب پر بڑا خوش ہوا۔ اس نے مجھ سے سوال کیا کہ ویدرؤ عنہا العذاب کا کیا معنی ہے؟ میں نے جواب میں یدفع عنہا العذاب کہا۔ اور مزید وضاحت کے لئے حدیث بیان کی کہ ادرء الحدود ما استطعتم پھر اس نے دوسرا سوال کیا کہ ربنا اتنافی الدنیا حسنة امر کا صیغہ ہے اور امر کا معنی ہے قول القائل للمخاطب علی سبیل الاستعلاء افعل یہاں تو انسان اللہ سے کم تر عاجز و مخلوق ہے۔ تو پھر امر کا معنی کس طرح صحیح ہوگا۔ میں نے اسے جواب دیا کہ امر کے سولہ معانی ہیں۔ بہرصورت اس طرح میرا امتحان مکمل ہوا۔ بعد میں مولانا مصطفیٰ حسن نے مجھ سے امتحان کے بارے میں پوچھا میں نے اسے ساری صورتحال سے آگاہی دی۔ کچھ دنوں بعد ماجستیر کے داخلے میں کامیاب طلباء کی فہرست آویزاں ہوئی پاکستان سے گئے ہوئے ہمارے ۹/افراد کی جماعت میں سے صرف میرا داخلہ ہوا۔ ماجستیر میں ہمارا وظیفہ بھی بڑھ گیا۔ ہم ماجستیر میں پڑھ رہے تھے کہ اس دوران جامعہ میں دکتورا بھی شروع ہوگیا۔ جب ہم نے ماجستیر کی تکمیل کی تو میں نے دیکھا کہ جامعہ اسلامیہ کے غیر ملکی طلباء کے کاؤنٹر پر میرا پاسپورٹ رکھا ہوا ہے۔ میں نے جب واپسی کا تصور کیا تو غم اور خفگی کی کوئی حد نہ رہی۔ شیخ عبداللہ العقلا اس زمانے میں وکیل شؤن الحرمین تھے اس کے ساتھ میری شناسائی اور ربط و تعلق اس وجہ سے کافی پرانی تھی کہ میں دوران حج وعمرہ حرم شریف میں پاکستان و ہندوستان سے آئے ہوئے حجاج کو مناسک حج بیان کرتا تھا۔ میں اور دیگر ماجستیر مکمل کرنے والے غیر ملکی طلباء جن کے بارے میں خروج کا فیصلہ ہوا تھا' اس کے پاس گئے اور انہیں اپنی خواہش سے آگاہ کیا کہ ہم یہاں سے دکتورا کرنے کے خواہش مند ہیں۔ ہمارے بلاد میں اس ترتیب سے اسباق اور دکتورا نہیں ہوتے۔ انہوں نے جامعہ اسلامیہ کے رئیس سے ہماری سفارش کی جو انہوں نے قبول کی۔ اور ہمیں دکتورا کے داخلہ امتحان میں بٹھایا گیا۔ جن آٹھ غیر ملکی طلباء کی سفارش وکیل شؤن حرمین نے کی تھی ان میں چار کامیاب ہوئے جن میں ایک میں بھی تھا۔ اس طرح چار سال دکتورا میں لگے۔

دکتورا (پی ایچ ڈی) کے رسالہ تفسیر حسن بصری کا مناقشہ

جب میں نے دکتورا کا رسالہ تفسیر حسن بصریؒ مکمل کیا تو جامعہ نے میرے مناقشے کیلئے دکتور ربیع ہادی مدخلی کو مقرر کیا۔ موصوف کو میں پاکستان کے دورے پر آنے کے موقع پر حضرت شیخ الحدیث مولانا عبدالحقؒ کی حیات میں دارالعلوم حقانیہ بھی لایا تھا۔ میں نے اپنا رسالہ اس کے پاس جمع کیا۔ جامعہ کا دستور یہ تھا کہ جب رسالے کی تکمیل ہوجاتی تو طالب علم پر وظیفہ بھی بند کر دیا جاتا۔ کچھ عرصہ گزرنے کے بعد رمضان کے مہینے میں حرم شریف میں میرے مشرف نے مجھے اطلاع دی کہ دکتور ربیع ہادی مدخلی نے آپ کے رسالے کے مناقشے سے انکار کیا۔ میں اس پر بڑا خفا

ہوا کہ اتنا عرصہ میرا رسالہ عبث روکا گیا اگر انکار کرنا ہی تھا تو ابتداء سے کر دیتے۔ میں اسی وقت حاجی انعام اللہ آف شبقدر مقیم مدینہ کو ساتھ لے کر ان کی مسجد جو بیر عثمان کے قریب تھی گیا۔ ظہر کی نماز میں نے اس کی امامت میں پڑھی۔ میں نماز کے بعد اس کے گھر گیا۔ ملاقات کے بعد اس سے اپنے رسالہ کے بارے میں پوچھا تو اس نے کہا کہ فی صالحك أن لاأناقش رسالتك، مجھے بڑی حیرت ہوئی اور اسے کہا کہ آپ مجھے یہ لکھ کر دے۔ اس نے رئیس جامعہ کے نام لکھ کر دیا أني لا اناقش رسالة الشيخ شيرعلي شاه واني مستعد لاى رسالة اخرىٰ، میں صبح رئیس کے پاس یہ تحریر لے کے گیا تو وہ مجھ پر الٹا غصہ ہو کر برسا اس نے کہا کہ تم بار بار اس کے گھر جاتے ہو اس لئے اس نے تمہارے رسالہ کے مناقشہ سے انکار کیا۔ میں نے اسے بتایا کہ واللہ میں دو دفعہ کے علاوہ اس کے گھر گیا ہی نہیں ہوں۔ پہلی دفعہ رسالہ جمع کرنے کیلئے اور آخری دفعہ کل رسالۃ واپس لینے کیلئے۔ رئیس نے مجھے کہا کہ اگلے جلسے میں ہم آپ کا رسالہ کسی دوسرے استاد کو دیں گے۔ پھر میرے رسالہ کا مناقش حماد سلامیٰ بجیری مقرر کئے گئے، جو مصر کے رہنے والے تھے۔ اس نے مجھے بتایا کہ پہلے میری آنکھوں کا آپریشن ہوگا اس کے بعد جب ٹھیک ہو جاؤں گا تو پھر تمہارے رسالے کو دیکھوں گا۔ اسکے بعد مناقشہ ہوگا۔ تقریباً ڈیڑھ سال اسی میں گزرا۔ اس کا مناقشہ بھی ہر اعتبار سے سخت اور مشکل تھا۔ سارا مناقشہ کیسٹوں میں محفوظ ہے۔ ہر ہر بات کی وہ جڑ ڈھونڈتا اور اعتراضات کرتا۔ اللہ تعالیٰ نے مجھے اس میں بھی کامیابی سے نوازا اور میں پہلی پوزیشن کے ساتھ کامیاب ہوا جبکہ دکتور عمر یوسف جس نے تفسیر حسن بصری کا پہلا حصہ مکمل کیا ہے جو آج کل حرم مدینہ منورہ میں مؤذن ہے اس نے دوسری پوزیشن حاصل کی۔ دکتورا کی تکمیل کے بعد شیخ احمد زہرانی جو شؤن الدعوہ کے مدیر تھے، نے ہماری تعیناتی وزارت عدل میں کروادی۔ وہاں ہمارا کام ترجمانی کرنا تھا۔ اس ملازمت میں ہمیں مشاہرہ بھی کافی ملتا۔ لیکن میں مطمئن نہ تھا۔ اس لئے کہ یہ ساری علمی تگ ودو ہم نے ترجمان بننے کیلئے تو نہ کی تھی۔ اسی وجہ سے ہمیں کئی دن تک نیند بھی نہیں آئی۔ آخر شیخ زہرانی کے پاس ہم دوبارہ گئے تو انہوں نے کہا کہ اگر آپ یہاں پر خوش نہیں تو پھر آپ کو پاکستان کے کسی دینی مدرسے میں تدریس کے لئے بطور مبعوث بھیجا جائے گا۔ میں اس پر بڑا خوش ہوا اور میں نے خواہش ظاہر کی کہ مجھے دارالعلوم حقانیہ بھیجا جائے۔ لیکن انہوں نے بتایا کہ ہم اسی طرح آپ کو نہیں بھیج سکتے لا نرسل مبعوثنا الا بالطلب ہمارے پاس پاکستان کی فائل ہے اس کو منگوا کر دیکھتے ہیں کہ کن کن مدارس نے ہم سے اساتذہ طلب کئے ہیں۔ فائل منگوائی گئی تو اس میں پاکستان کے دو مدارس دارالعلوم کراچی اور جامعہ ابی بکر کراچی کی طرف سے طلب آئی تھی۔ انہوں نے مجھے ان دو میں سے کوئی ایک منتخب کرنے کا اختیار دیا۔ میں نے دارالعلوم کراچی کو ترجیح دی۔ اس طرح مجھے پاکستان میں تعینات کر کے بھیجا گیا۔ یہاں جب واپس آیا تو شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحق (رحمة الله عليه رحمةً واسعةً) کو خبر ہوئی تو وہ بڑے خفا اور ناراض ہوئے۔ بعد میں میں نے ان کو ساری صورتحال تفصیل سے بتائی کہ میں احسان فراموش نہیں ہوں

اگر مجھے معلوم ہوتا تو میں اپنی طرف سے خود حقانیہ کیلئے درخواست لکھ جمع کرتا۔انہوں نے پھر مطمئن ہوکر فرمایا کہ میں بھی اللہ تعالیٰ سے مانگوں گا کہ تمہیں حقانیہ لے آئے۔دارالعلوم کراچی میں کچھ عرصہ گزرنے کے بعد شیخ احمد زہرانی پاکستان کے دورے پر کراچی آیا تو اس نے میرے نام رقعہ بھیجا کہ فلاں جگہ آکر مجھ سے ملو میں ملاقات کیلئے اپنے ہمراہ حضرت مولانا مفتی محمد زرولی خان کو بھی لے کر گیا۔اس نے شیخ زہرانی کو کافی تحفے تحائف دیئے اور ساتھ ہی اس سے درخواست کی کہ مجھے جامعہ احسن العلوم میں تعینات کرے۔دارالعلوم کراچی میں کافی شیوخ ہیں ہمارا مدرسہ احسن العلوم اس اعتبار سے یتیم ہے۔انکی ہمارے ہاں کافی ضرورت ہے۔شیخ زہرانی نے جاتے ہی میرا تبادلہ جامعہ احسن العلوم کراچی کردیا۔شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحقؒ کے مرض وفات میں مولانا منصور الرحمان صاحب (جو شیخ الحدیث مولانا زرولی خان صاحب کے خصوصی رفقاء میں سے ہیں) انکی عیادت کیلئے ہسپتال گئے تو انہوں نے میرے بارے میں ان سے تفصیلی پوچھا کہ کون کونسی کتابیں پڑھاتا ہے اور پھر اس مجلس میں فرمایا کہ ہم بھی اللہ سے مانگیں گے کہ شیر علی شاہ حقانیہ واپس آئے' کچھ عرصہ بعد سعودی سفیر کے اثر ورسوخ کو استعمال کرتے ہوئے مولانا جلال الدین حقانی نے منبع العلوم میرانشاہ میں میری تعیناتی کروائی،شوال ۱۴۱۷ھ کو شیخ الحدیث حضرت مولانا مفتی محمد فرید صاحب مدظلہ کی علالت و فالج کے بعد دارالعلوم حقانیہ میں مولانا سمیع الحق صاحب دامت برکاتہم کی کوششوں سے شاہ فہد مرحوم کے ذریعہ سعودی حکومت کی طرف سے تعیناتی ہوئی۔ یقیناً یہ حضرت شیخ الحدیثؒ کے منہ کا گفتہ تھا جو سچ بن کر سامنے آیا...... ع قلندر ہر چہ گوید دیدہ گوید

گفتہ او گفتہ اللہ بود
گرچہ از حلقوم عبداللہ بود

تالیفات

آپؒ کی تصنیفات وتالیفات میں مکانة اللحیة فی الاسلام ، تفسیر الحسن البصریؒ ، زبدة القرآن، حول حرکة طالبان، زادُ المنتهی شرح ترمذی، تفسیر سورة الکهف وغیرہ شامل ہیں۔

مسجد اعظم گڑھ اکوڑہ خٹک اور دارالعلوم میں سالانہ دورہ تفسیر

شعبان ورمضان کی تعطیلات میں ایک طویل عرصہ تک علماء وطلباء کو آپ اکوڑہ خٹک میں اپنی آبائی مسجد واقع اعظم گڑھ میں دورہ تفسیر باقاعدگی سے پڑھاتے رہے، حقانیہ میں دوبارہ تعیناتی کے بعد یہ سلسلہ دارالعلوم کی جامع مسجد میں منتقل ہوا، جس میں ہر سال تین چار ہزار تک فضلاء، علماء اور طلباء ملک کے دور دراز علاقوں سے شرکت کرتے۔ وفات سے تین سال قبل پیرانہ سالی کے سبب یہ سلسلہ بامر مجبوری منقطع ہوگیا۔احقر نے بھی سات، آٹھ

مرتبہ تفسیر میں کسبِ فیض پایا۔ اس دوران کچھ تفسیری افادات قلم بند کرنے کا موقع بھی ملا جس پر شیخ صاحب نے دعائیہ کلمات یوں تحریر فرمائے:

بسم الله الرحمن الرحيم الحمد لله وكفى وسلام على عباده الذين اصطفىٰ أما بعد،فقد طالعت بعض الصفحات التى سجلها فضيلة الشيخ مولانا عرفان الحق سلمه الله تعالىٰ أثناء الدرس فوجدتها مستوعبة لاهم الموضوعات والمسائل ،بارك الله فى علومه واعماله ورزقه مزيد التوفيق ولإخلاص نشر التراث الاسلامى وبث الوعى الدينى وجعله فوق كثير من خلقه انه ولى التوفيق وهو المستعان وعليه التكلان وصلى الله تعالىٰ على اشرف رسله وخاتم انبيائه وعلىٰ آله واصحابه اجمعين

شير على شاه خادم الطلباء بجامعه دارالعلوم الحقانيه اكوڑه خٹك ١٦-٦-١٤٢٢ھ

آپؒ دورہ تفسیر میں طلباء کا داخلہ، حاضری، کھانے اور اسناد کا اجراء وغیرہ کا کام اکثر میرے ذمہ لگا دیتے جو میرے لئے بڑی سعادت وشرف تھا جس سے افسوس اب ہم محروم ہوگئے۔

یاس وحسرت کی فضا چھائی ہوئی ہے چار سو
برق غم سے مضطرب احساس کا خرمن ہے آج
نالہ اندوہ ہے ہر بانگِ مرغانِ سحر
نوحہ فریاد ہر آہنگِ جان و تن ہے آج